OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
mei.aiou.edu.pk
iri.aiou.edu.pk

موجودہ تعلیمی اضطراب اور اسکا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں

(Current educational agony and its solution in the light of *Serat-e-Tayyabah*)

***ڈاکٹر نجمہ بانو**
ایسوسی ایٹ پروفیسر/چیئرمین، شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج وویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

****سعیدہ بانو**
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج وویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

ABSTRACT

Education is an integral part of society. No one can deny its importance and significance. As it is the most important tool to build a civilized nation. And it is the reason that Islam always emphasized on the education of its inhabitants, and sent prophets to teach the people of their ages. But Muhammad (PBUH) is the only Prophet whose teachings are for all the ages and to all the nations till the day of judgement. But unfortunately, the followers of Prophet (PBUH) have forgotten the true teachings, so are entangled in the social, ethical, cultural and religious crises. These problems are just because of the wrong ways that are being adopted.

There are some vital areas that need much attention and ownership. In this regard government and community should pay their role in this regard. There should be uniform educational system irrespective of the class, colour and creed based upon the national integration as well as humanity. There should an education system having the same curriculum comprises of the true teachings of Islam having a focus on peace, prosperity, progress and stability. Cramming should not be promoted among the pupils but instead they should be invited to seek the knowledge and wisdom.

So, this article throws light on important issues and the solutions to handle the situation and promotes one type of an ideal education system based on the methodology given by Prophet (PBUH).

تعمیر انسانیت اور تربیت افراد کے لئے انبیاء علیہم السلام کو ہر دور میں مسلم قرار دیا گیا۔ اللہ تعالی نے اوامر ونواہی کی تعلیم دینے کے لئے نظام رسالت ووحی قائم کیا۔ انبیاء ورسل علیہم السلام اپنے اپنے علاقوں اور زمانوں کی ہدایت ورہنمائی میں مصروف رہے۔ مگر حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کو دور نبوی سے لے کر قیامت تک قابل تقلید نمونہ بنادیا گیا۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1]

(بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی ہی بہترین نمونہ ہے)۔

لہٰذا آپ کے اقوال و افعال پوری امت کے لئے حجت ہیں۔ افسوس آج یہی امت محمدیہ صداقت، عدالت، شجاعت کا سبق چھوڑ کر دنیا کی امامت سے دور ہو گئی اور گوناں گوں معاشی، معاشرتی، سماجی، ثقافتی اور مذہبی مسائل کا شکار ہو گئی۔ جہاں اس کی دیگر بہت سی وجوہات ہیں ان میں سے ایک وجہ تعلیمی انحطاط اور اس کی غلط سمت ہے۔ آج عالم اسلام اغیار واشرار کے نرغے میں ہے۔ غیروں کے علاوہ اپنوں نے مشق تحقیق و ستم بنایا ہوا ہے، تمام اسلامی اقدار، اسلامی علوم اور اسلامی تمدن اور روایات کو فکر و نظر کے نشتر سے مجروح کیا جارہا ہے ۔علم و تحقیق کے بہانے سے اس کے پیکر جمیل کو مسخ کیا جارہا ہے اور الحاد ومادیت کے کارخانوں کو دین کے استعمال کے لئے اسلحہ میدان میں اتر رہا ہے جس کا تصور بھی آج سے پہلے نہ ہو سکا۔ ان حالات میں تعلیمی مراکز کے استحکام وترقی اور نظم وضبط کی طرف توجہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور اس سلسلے میں علماء کے علاوہ حکومت وقت پر بھی اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

موجودہ تعلیمی اضطراب

۱۔ تعلیمی اداروں میں مختلف اور الگ الگ نظام تعلیم جاری ہے جو طبقاتی تقسیم پیدا کر رہا ہے۔

۲۔ ابتدائی تعلیم سے میٹرک تک غیروں کا نصاب پڑھایا جارہا ہے جو ہماری تہذیب , اخلاقی روایات کے خلاف ہے۔

۳۔ مذہبی اور عصری نظام تعلیم میں ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے معاشرے میں قتل وغارت اور افراتفری کا میدان گرم۔

۴۔ عربی زبان سے بے توجہی برتنے سے مسلمان اسلاف کی میراث اور مرکز کھو بیٹھے۔ قرانی و نبوی تعلیمات سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے ذلیل ورسوا رہے ہیں. انگریزی کو وجہ فضیلت بنانے اور تمام درجات ومراحل کا ایک نصاب اور ایک ذریعہ تعلیم اردو نہ کیا جاسکا۔ اور نہ ہی اردو کو خاص اہمیت دی جاسکی اور نہ ہی اردو کے بارے میں احساس کمتری کو ختم کیا جاسکا۔

۵۔ مخلوط تعلیم نے اخلاق کا جنازہ نکال دیا. طلبا وطالبات کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے نصاب اور الگ تعلیمی اداروں کا انتظام نہ ہونے سے کئی قباحتیں پیدا ہوئیں۔

۶۔ ٹیوشن کی بیماری عام اور اساتذہ نے تعلیم کو بھی کاروبار میں ڈال لیا۔

۷۔ اساتذہ کو مناسب مرتبہ ومقام نہ ملنے کے باعث اکثر اساتذہ ملک سے باہر خدمات پیش کر رہے ہیں۔

علم جو کہ بینائی ہے، روشنی ہے، شجر سایہ دار، ہر سو پھیلنے والی خوشبو اور حیات ہے۔ جبکہ جہل، جہالت، اندھا پن، اگ، گھن، اور موت ہے۔ قوموں کی بقا وسالمیت کے لئے علم اتنا ہی ضروری ہے جتنا سانس لینا اور رگوں میں خون کا دوڑنا۔ کسی بھی فلاحی و نظریاتی ریاست کے لئے سرحدوں کی نگرانی بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس محاذ پر کامیابی کے لئے پوری قوم کا نظریاتی ریاست کے لئے سرحدوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ملک کے اندرونی

معاملات کی نگرانی بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس محاذ پر پوری قوم کا نظریاتی طور پر مستحکم، باشعور اور تعلیم و تربیت سے آراستہ ہونا بہت ضروری ہے۔

غار حرا میں پہلی وحی

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ . خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ . اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ . الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ . عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى﴾[۲]

((اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھئے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا اس نے انسان کو (رحمِ مادر میں) جونک کی طرح معلّق وجود سے پیدا کیا پڑھیئے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ جس نے (سب سے بلند رتبہ) انسان (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو (بغیر ذریعۂ قلم کے) وہ سارا علم عطا فرما دیا جو وہ پہلے نہ جانتے تھے (مگر) حقیقت یہ ہے کہ (نافرمان) انسان سرکشی کرتا ہے)

اس بات کا اظہار ہے کہ جہالت کے بادل کیسے چھٹتے ہیں۔ مردہ قومیں کیسے زندہ ہوتی ہیں اور دنیا کی امامت کیسے ملتی ہے۔ ننگے پاؤں بکریاں چرانے والی قوم کبھی دارارقم میں ہادیٔ اعظم کا کلام براہ راست سن کر احکام اور طریقہ ہائے زندگی سیکھتی ہے تو کبھی "صفہ" کے چبوترے پر تعلیم و تربیت کے کورسز مکمل کر کے پوری انسانیت کو جہاں گیری و جہاں داری کے اصول سکھاتی ہے۔ مکہ مکرمہ میں حالات کی ناسازگاری کے باوجود کسی نہ کسی طرح قرآن کی تعلیم جاری رہی تھی۔ اس پورے دور میں کوئی باقاعدہ درس گاہ نہیں تھی۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہ کو تعلیم دیتے تھے۔ موسم حج اور دیگر مواقع پر لوگوں کو قرآن سناتے اور ان کی تربیت کرتے تھے۔ اس دور میں مسجد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دارارقم، بیت فاطمہ بنت خطاب، شعب ابی طالب وغیرہ کو کسی حد تک درس گاہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود مکی دور میں ہی متعدد قراء و معلّمین پیدا ہوئے۔ جنھوں نے دوسروں کو قرآن اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دی اور ساتھ ہی ساتھ قرآنی تعلیمات کے مطابق ان کی تربیت بھی کی۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ مکہ میں بیت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہ میں قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت سالم مولی ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ ہجرت عامہ سے پہلے قبا میں، اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ (عمر بن تیس اعمی) نقیع الخضامات میں اور حضرت رافع بن مالک زرقی مسجد بنی زریق میں تعلیمی و تربیتی خدمات انجام دیتے تھے۔ یہ سب مکہ کے فضلاء تھے۔ ان کے اصحاب وتلامذہ مدینہ منورہ کی مساجد میں امامت اور تعلیمی و تربیتی خدمات انجام دیتے تھے[۳]۔

آپ ﷺ نے اپنی تعلیمی و تربیتی پالیسی کے تحت تین سکیمیں شروع کیں:

۱۔ ابتدائی اور لازمی تعلیم ۲۔ تعلیم بالغاں ۳۔ تعلیم نسواں

کھجور کے پتوں کا سائبان تھا جہاں حضور ﷺ خود تعلیم وتربیت کی نگرانی فرماتے اور خواتین کو جنہیں عرب معاشرے میں پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیا جاتا تھا، باپ اور بھائی جسے باعث تذلیل سمجھتے تھے وہاں آپ ﷺ نے اسی عورت کو ناصرف باعزت مقام دیا بلکہ جنت کو اس کے قدموں تلے قرار دیا۔آپ ﷺ نے خواتین کو تعلیم دینے کیلئے علیحدہ دن مقرر فرمادیا تھا۔

''طلب العلم فریضة علی کل مسلم'' [۴] (علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت ہر فرض ہے) فرماکر مرد وعورت کی تخصیص ہی ختم کرڈالی۔[5]

قرآن وسنت کی تعلیمات کے بغیر کسی اسلامی معاشرہ کی بقاء اور اس کے قیام کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔قرآن وسنت اسلامی تعلیمات کا منبع ہیں۔قرآن وسنت کے علوم ومعارف سمجھانے کے لئے مدارس کا وجود ناگزیر ہے۔اس کے ساتھ فرمان رسول اکرم ﷺ سے بھی تعلیم کی ضرورت واہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے، ارشاد نبوی ہے:

''خیرکم من تعلم القرآن و علمہ'' [۶]

(تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''و عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : تعلموا العلم و علموہ الناس ، تعلم الفرائض و علموھا ، تعلموا القرآن و علموہ الناس، فانی امرؤ مقبوض ، والعلم سینقبض ، و تظھر الفتن ، حتی یختلف اثنان فی فریضة لا یجدان احدا یفصل بینھما'' [۷]

(علم سیکھو اور سکھاؤ، فرائض سیکھو اور سکھاؤ، کیونکہ میں انسان ہوں جو اٹھالیا جاؤں گا، فتنے ظاہر ہوں گے، یہاں تک دو آدمیوں میں ایک فرض کے متعلق اختلاف ہوگا تو ان کو کوئی نہ ملے گا جو ان کے درمیان فیصلہ کرے)۔

کسی دارالعلوم کا مقام ایک مسلح معاشرے کے علوم نبوت کے پاور ہاؤس جیسا ہوتا ہے جس کے ذریعے علوم نبوت کی روشنی رہتی ہے۔دنیاتک بھٹکتی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کرتی رہتی ہے، اس کا مقام قلب اور روح جیسا ہے جس کی تازگی اور مسلسل حرکت کی وجہ سے زندگی رواں دواں رہتی ہے۔لہٰذا جن مراکز میں اس دین کی حفاظت اور اشاعت کا کام ہو رہا ہے ان سے غفلت اور بے اعتنائی اپنی دینی و قومی روایات نہ صرف انحراف بلکہ ملی خودکشی کے مترادف ہے۔

آپ ﷺ کی تعلیمات کسی ایک گروہ یا علاقے کے لئے نہ تھی۔ان میں ہر طرح کے لوگ شامل تھے ۔ان کے لئے نمونہ صرف نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس تھی۔

اس نبوی تعلیم حاصل کرنے والی قوم نے ایسے جانباز پیدا کئے جن کی مثال قیامت تک نہیں مل سکتی۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ جیسا کامیاب حکمران، حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا قاضی القضاۃ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جیسا قاری، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسا ماہر علوم القرآن، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسا مجسر و فقیہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسا علم الفرائض میں ممتاز اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسا حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا۔

علم اور قلم سے نسبت رکھنے والے علماء کی فضیلت اور اہمیت

﴿يَرْفَعُ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾[۸]

(اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجات بلند کرے گا)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (متوفی ۸۵۲ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ مومن عالم کو غیر مومن پر فضیلت عطا فرماتا ہے اور درجات کی رفعت علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے اور یہاں علم سے مراد شریعت ہے"[9]

امام رازیؒ التفسیر الکبیر میں لکھتے ہیں:

"فان الله تعالىٰ وصف العلماء فى كتابه خمس مناقبة"[۱۰]

(پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں علماء کے پانچ مناقب بیان فرمائے ہیں)

الایمان

﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾[۱۱]

(اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں، یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں)

التوحید والشھادۃ

﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[۱۲]

(اللہ تعالیٰ نے، فرشتوں نے اور اہل علم نے گواہی دی کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں)

البکاء

﴿وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾[۱۳]

(اور ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گرتے ہیں اور قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے)۔

الخشوع

﴿إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا﴾[۱۴]

(بے شک جن کو قرآن سے قبل علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں)

قرآن حکیم کی طرح احادیث رسول ﷺ سے بھی علوم و فنون کا استنباط کیا گیا ہے اور اگلی صدیوں میں ان پر تحقیق کے ذریعے ہزاروں کتب کا پیش بہا ذخیرہ مرتب ہوا۔ قرآن مجید کے بعد اسلامی تعلیمات کا دوسرا بڑا سر چشمہ احادیث مبارکہ ہیں جو قرآن پاک کی تشریح و تفسیر کا درجہ رکھتی ہیں۔ آپ ﷺ کی بہت سی احادیث سے علم کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ فرمان نبی ﷺ ہے:

"ان العلماء ورثة الانبیاء"[۱۵] (بے شک علماء ہی انبیاء کے وراث ہیں)

ایک اور جگہ ارشاد نبی ﷺ ہے:

"اگر کوئی قوم کسی مسجد میں تلاوت قرآن مجید اور تعلیم و تعلم کے لئے جمع ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر سکینہ نازل فرماتے ہیں۔ اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان پر اپنے پر بچھا لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرشتوں میں بڑے فخر سے کرتے ہیں"[۱۶]

ایک اور روایت میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"العالم والمتعلم شریکان فی الاجر"[17]

(عالم اور طالب علم دونوں اجر میں شریک ہیں)۔

ایک اور حدیث مبارک میں ہے:

"من یرد اللہ بہ خیرا یفقه فی الدین"[18]

(اللہ جس سے بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے)۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ میں سو رہا تھا (خواب میں) مجھے ایک دودھ کا پیالہ دیا گیا تو میں نے پی لیا، یہاں تک کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ رطوبت میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "علم"[۱۹]

الغرض: اسلامی تعلیمات کے دونوں سر چشمے قرآن مجید اور اسوۂ حسنہ کی فضیلت اور اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قرآن کے زیر اثر روایت حدیث کی جستجو نے مسلمانوں کے لئے کئی دیگر علوم و فنون کی راہیں کھول دی ہیں۔

قاضی ابو بکر بن عربی اپنی قانون التأویل میں بیان کرتے ہیں کہ قرآنی علوم کی تعداد (۷۷۴۵۰) ہے۔ مسلمان اہل علم نے صرف مطالعہ قرآن کے ذریعے جو علمی و ادبی اور سائنسی اور سماجی علوم و فنون اخذ کئے ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

علم التوحید	علم القراۃ	علم النحو
علم الصرف	علم التفسیر	علم اللغۃ
علم الاصول	علم الفروع	علم الکلام
علم الفقہ و القانون	علم الفرائض و المیراث	علم الاثار
علم الجریمۃ	علم الحربۃ	علم التاریخ
علم التزکیہ و التصوف	علم التعبیر	علم الادب
علم البلاغت	علم المعانی	علم البیان
علم البدیع	علم الجبر و المقابلۃ	الثقافۃ
علم المناظرۃ	علم الفلسفۃ	علم النفسیات
علم الاخلاق	علم السیاسۃ	علم المعاشرۃ
المعیشت و الاقتصاد	علم الکیمیا	علم الخطاطی
علم الطبعیات	الحیاتیات	علم المیقات
علم النباتات	علم الزراعۃ	علم الحیوانات
علم الطب	علم الادویۃ	علم الجنس
علم تخلیقات	علم کونیات	علم الھیئیت
علم جغرافیۃ	علم الارضیات[۲۰]	

تعلیمی اضطراب کا حل

اگر ہمارا تعلیمی نظام سیرت طیبہ کی روشنی میں مرتب کر دیا جائے تو معاشرے کی بہت الجھنوں، تعلیمی اضطراب، اخلاقی زبوں حالی اور انتظامی مسائل سے نبرد آزما ہو یا جاسکتا ہے۔ نظام تعلیم میں درج ذہل باتوں کا خیال رکھا جاسکتا ہے:

۱۔ تعلیم کا بنیادی مقصد انسانی ذات کی شفافیت ہو اور یہ کہ انسان اپنی ذات کو پہچانے، اپنے مقصد کو متعین کرے اور اپنے مرتبہ و مقام کو جانے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾[۲۱]

قوموں کی ترقی اور زوال کی وجہ تعلیم ہی بنتی ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کا مقصد صرف سکول کالج یا یونیورسٹی کی ڈگری لینا نہیں بلکہ اس کے ساتھ تعظیم اور تہذیب سیکھنا بھی ضروری ہے تاکہ انسان اپنی معاشرتی روایات اور اقدار کا پاس رکھ سکے۔ تعلیم انسان کا کردار بھی سنوارتی ہے اور یہ ایک ایسی دولت ہے جو بانٹنے سے کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہے، انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ بھی صرف تعلیم سے ملا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ﴾ [۲۲]

(اور ہم نے بنی آدم کو فضیلت دی)

۲ ۔ نظام تعلیم ایسا مرتب ہو جس میں قرآن و سنت کی صحیح فہم ہو تاکہ طالب علم درست سمت اختیار کر سکے۔ فرمان نبوی ہے:

"مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ"

(اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے)۔

اسلام کی تعلیم کا اوّلین مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان اور اللہ کے درمیان اس تعلق کو استوار کرنا ہے جس کے نتیجے میں انسان برضا و رغبت اپنی زندگی کے تمام امور میں احکام الٰہی پر عمل کرتا اور رضائے الٰہی کو اپنی پسند و ناپسند کا معیار ٹھہراتا ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ میں اس کا ارتقائی و انتہائی مقام یہ ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [۲۲]

(کہہ دو میری نماز، میرا حج، میرا جینا، میرا مرنا، سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے)

۳ ۔ نظام تعلیم تعمیر کردار کا ضامن ہو۔ تعلیمی اداروں سے باہر آنے والی نسل ایسی ہونی چاہیے جو اعلیٰ اخلاقی کردار اور اجتماعی زندگی کے اوصاف سے متصف ہو نہ کہ فیس بک اور موبائل کے سرطان میں مبتلا بیمار، لاچار اور معذور قوم۔ ایسا نصاب مرتب ہونا چاہیے جس میں نوجوان نسل سیرت طیبہ اور اتباع رسول ﷺ کی پیروی کر سکے۔ کیونکہ مسلمان کی زندگی کا محور یہی ہے، اسی میں حقیقی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [۲۳]۔

(اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کے کہنے پر چلا تو وہ بہت بڑی کامیابی کو پہنچا)

حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک ہمیں علم و عمل کی دعوت دیتی ہے۔ ہر دور کے انسان کو یہ یاد دہانی کرانے کی ضرورت ہے کہ اس کا روشن مستقبل آپ ﷺ ہی کی تعلیمات پر عمل کرنے سے وابستہ ہے۔ اور آپ ﷺ کی ذات گرامی تمام دنیا کے لئے معلم اعظم اور رہبر کامل ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ [۲۴]

((اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے)۔

دعوت الی الخیر

مولانا مودودیؒ اس مقصد کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"آخر کار خداوند عالم نے سرزمین عرب میں محمد ﷺ کو اسی کام کے لئے مبعوث کیا جس کے لئے پچھلے انبیاء علیہم السلام آتے رہے تھے۔ ان کا مخاطب عام انسان بھی تھے اور پچھلے انبیاء علیہم السلام کے پیروکار بھی۔ سب کو صحیح رویہ کی طرف دعوت دینا سب کو از سر نو اللہ کی ہدایت پہنچا دینا اور جو اس دعوت و ہدایت کو قبول کریں انہیں ایک ایسی امت بنا دینا ان کا کام تھا جو ایک طرف خود اپنی زندگی کا نظام اللہ کی ہدایت پر قائم کرے اور دوسری طرف دنیا کی اصلاح کے لئے جدوجہد کرے"۔ [۲۵]

فرمان ربانی ہے :

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [۲۶]

(تم امت مسلمہ ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے تخلیق کی گئی تاکہ (لوگوں کو) نیکیوں کا حکم کرو اور برائیوں سے روکو)۔

۴۔ نظام تعلیم تمام علوم کا سرچشمہ ہونا چاہیے۔ درسگاہ نبوی میں تربیت حاصل کر کے مسلمانوں نے علم ریاضی، ہیئت، طب، فلسفہ، قانون اور اصول جہانگیری وضع کیے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں سائنسی تحقیقات باعث حیرت اس لیے نہیں کہ قرآن بار بار تسخیر کائنات کی دعوت دیتا ہے۔ یہود و نصاریٰ قرآن و تفاسیر کے تراجم اور مسلمان سائنسدانوں کے کارناموں پر غور و فکر کر کے زمین کی گہرائیوں اور آفاق کی بلندیوں کو بانٹ رہے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں نے قرآن کو ایصال ثواب کے کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ اسی لیے ثریا سے زمین پر ہم کو آسمان نے دے مارا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بھی اس لئے بنائی تاکہ انسان تعلیم کے ذریعے اس کے پوشیدہ راز پہچان سکے اور اللہ کی معرفت حاصل کر سکے اور اس کو پہچان سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے :

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا﴾ [۲۷]

(اور اس اللہ نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے لئے مسخر کیا ہے)

۵۔ ہمارا تعلیمی نظام ایسا ہو۔ جس میں معاشرتی تقاضوں کا ادراک ہو۔ اسلام ایک ایسی ریاست کا حامی ہے جہاں انسان تمام شعبہ ہائے زندگی میں سرگرم عمل ہو۔ اور معاشرتی تقاضوں کو پورا کرنے کے لائق ہو۔ ایسا نظام تعلیم ہو جو افراد کو مذہبی، معاشی اور معاشرتی فرائض سمجھائے اور انہیں حقوق سے آشکارا کرے کیونکہ "لا رهبانية في الاسلام

گویا تعلیم ایک نسل کی ثقافتی امانت اس کے بعد جنم لینے والی نسل کے سپرد کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل علم لوگوں کی محنت اور مسلسل جد جہد کا نتیجہ ہے کہ آج ہم اپنے آباؤاجداد کے کارہائے نمایاں ان کی طرز معاشرت، روایات اور اخلاقی اقدار کے بارے میں ہزاروں سال گزرنے کے باوجود نہ صرف جانتے ہیں بلکہ ان پر

عمل پیرا بھی ہیں۔اسلام کی تعلیمات انسانی معاشرے کے قیام اور متوازن ترقی کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے، مثلا: جھوٹ سے گریز، والدین کی خدمت، پرامن زندگی، عدل وانصاف، علم کا حصول، محبت وشفقت، انسانیت کا احترام، ظلم کا خاتمہ یہ تعلیمات ہی تربیتی نظام تعلیم کی اساس ہیں[۲۸]

۶۔ نظام تعلیم میں مخلوط تعلیم سے گریز ہو۔ اسلام دین فطرت ہے۔ یہ وہ پہلا مذہب ہے جس نے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم وتربیت اور حقوق کا پورا خیال رکھاہے۔ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کی تعلیم کا علیحدہ انتظام فرمارکھا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں عورتوں کے لیے دو مدارس قائم تھے۔ ایک مدرسۃ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا چلا رہی تھیں اور دوسرا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چلا رہیں تھیں۔ جہاں خواتین بڑی سہولت کے ساتھ دینی تعلیم حاصل کرتیں اور عائلی زندگی کے مسائل کا نبوی حل پاتی تھیں۔

آج بھی ضرورت ہے کہ خواتین کی دینی ودنیاوی تعلیم کا بہترین انتظام ہو۔ جہاں وہ خالص اسلامی ماحول میں بغیر کسی رکاوٹ کے تعلیم حاصل کرسکیں۔ اس سلسلے میں خواتین یونیورسٹیوں کا قیام مستحسن ہے۔ جہاں حوا کی بیٹی بلا تکلف اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ایک صحتمند، باکردار، باعمل اور اسلامی رنگ میں رنگی ہوئی قوم تیار کرسکتی ہے۔ کیونکہ ایک عورت کی تربیت ایک معاشرے کی تربیت ہے۔ اگر اینٹ پختہ اور صحیح مقام پر ہو تو عمارت بھی عالیشان ہوتی ہے۔

تعلیم نسواں

آپ ﷺ نے عورتوں کے لئے ایک الگ دن مقرر فرمایا۔ اس روز آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی معیت میں خواتین کے اجتماع میں تشریف لے جاتے اور عورتوں کی تعلیم وتربیت کرتے۔انہیں وعظ ونصیحت فرماتے۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہا مہاجرات میں سے تھیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

"تسبیح، تہلیل اور تقدیس کو لازم کرو اور پوروں کے ساتھ ذکر کرو، کیونکہ ان سے پوچھا جائے گا۔اور انہیں قوت گویائی عطا کی جائے گی اور غفلت نہ کرنا کہ رحمت کو بھول جاؤ" [۲۹]

ابتدائے اسلام میں اگرچہ نامور تعلیم یافتہ عورتوں کی تعداد بہت کم تھی، مگر بتدریج انہوں نے علم کے میدان میں کمال حاصل کرلیا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی علمی حیثیت مسلم تھی۔ تابعینؒ کا ایک بڑا گروہ ان کے آستانہ فضل وکمال سے مستفیذ ہوتا رہا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا علم حدیث کے اسرار ورموز میں اس قدر مہارت رکھتی تھیں کہ ان کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔ تابعینؒ کی ایک بڑی جماعت نے ان سے اکتساب علم کیا۔ اور ان کے زیر تربیت کمال حاصل کیا۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم کے لئے سیدہ شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا (جو عورتوں میں بڑی عقل منداور فاضلہ تھیں) کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ: جس طرح تم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو جھاڑ پھونک کا طریقہ سکھایا ہے انہیں لکھنا پڑھنا بھی سکھا دو۔

ام الدرداء رضی اللہ عنہا حمید کی شاخ بنو وھاب کی چشم و چراغ تھیں اور حضرت ابوالدرداء کی زوجہ مکرمہ تھیں۔ علوم و معارف میں نامور عالمہ تھیں۔ وسعت علم اور فہم وفراست میں انہیں بلند مقام حاصل تھا۔ ان سے اکتساب علم کرنے والوں میں حضرت سالم بن ابی الجعد، حضرت زید بن اسلم، اسماعیل بن عبداللہ اور ابو حازم وینی جیسے مشاہر علماء شامل ہیں۔[۳۰]

علامہ بلاذری (متوفی ۲۷۹ھ) کی تفصیلات کے مطابق ام کلثوم بن عقبہ رضی اللہ عنہا سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سقابنت عبداللہ العدویہ، سیدہ عائشہ بنت سعد، کریمہ بنت مقداد (رضی اللہ عنھن) بھی لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔

۷۔ بچے کسی بھی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں۔ بچوں کی تربیت گویا اپنے مستقبل کی تربیت ہے۔ اس لیے نظام تربیت ایسا ہونا چاہیے جو آنے والے کل کو روشن کردے۔ بچے کا ذہن ایک کورا کاغذ ہوتا ہے۔ اس پر جو خط آپ کھینچ دیں گے وہ بن جائے گا۔ لہٰذا بچوں کی تربیت سیرت طیبہ کی روشنی میں ہونی چاہیے۔ ان کی ابتدائی تعلیم میں ہی عربی زبان کو لازم قرار دیا جائے۔ اور بتدریج اعلیٰ تعلیم مکمل ہونے تک جاری رہنی چاہیے۔ تعلیم خواہ سائنس و ٹیکنالوجی یا لٹریچر کی ہو تعلیم مکمل ہونے تک قرآن کا مکمل فہم ہونا چاہیے، تاکہ اسے اپنے ضابطہء حیات کا بھی ادراک رہے ورنہ وہ اعلیٰ ڈگری حاصل کرکے بھی جاہل رہے گا۔ بختیار حسین لکھتے ہیں:

> "تربیت ایک سوچی سمجھی اور منظّم جہد مسلسل کا نام ہے جس کے ذریعے اطلاعات، تصورات، مہارتوں، رویوں یا عادات کی ترسیل و تشکیل عمل میں لائی جاتی ہے۔ یہ ایک مقام، ایک ماحول یا ایک فرد کی کوششوں کی بجائے مختلف قسم کے ماحولیات میں اور بہت سے افراد کی کاوشوں کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوتی ہے"۔[۳۱]

ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے قول کے مطابق تعلیم وہ اجتماعی عمل ہے جس کے ذریعہ معاشرہ نوخیز نسلوں کو اسلامی دستور حیات سکھاتا ہے۔ اسلامی عقائد اور اقدار ان کے اذہان میں راسخ کرتا ہے اور اسلامی افکار کی روشنی میں آداب زندگی اور اخلاق کی تربیت کرتا ہے۔[۳۲]

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ حدیث بیان فرماتے ہیں:

> "حق الوالد علی اولادہ یعلمھم الکتابۃ والسباحۃ والرمی"[۳۳]

> (اولاد کے حقوق میں یہ شامل ہے کہ باپ اپنے بچے کو جہاں تیرنا اور تیر چلانا سکھائے وہاں سے لکھنا پڑھنا بھی سکھائے)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [۳۴]

(اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ)

نتائج

۱۔ اسلامی نظام تعلیم و تربیت ہی وہ جامع الصفات نظام ہے جس میں انسان کی شخصیت کے ہر پہلو کی پوری رعائیت رکھی گئی ہے۔

۲۔ یہی نظام ہر حیثیت سے مکمل مفید اور اللہ کی نظر میں مستند ہے اور انسان کے ظاہر و باطن اور دنیا و عقبی کے لئے یکساں سود مند ہے۔

۳۔ دنیامیں سب سے پہلے اسلام نے تعلیم وتربیت کو ہر ایک کے لئے لازمی قرار دیا۔

۴۔ اسلامی نظام تعلیم و تربیت استوار کر لینے پر انسان فلاح دارین حاصل کر سکتا ہے، اسلامی نظریۂ تعلیم و تربیت میں بنیادی دینی تعلیم ہر مسلمان مرد عورت پر لازمی ہوتی ہے۔ غیر مفید اور ضرر رساں علوم کے پیچھے پڑنے سے روک دیا۔

علم پر عمل کرنے اور علم کو پھیلانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ معلم اور متعلّم دونوں کی شخصیت کا احترام کیا جاتاہے۔ دونوں کو پاکیزہ فضامیں تعلیم دی جاتی ہے۔ انفرادی، عائلی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق سر انجام دینے کی عملی تربیت کی جاتی ہے۔

متعلّم کی عمر، ضروریات، مزاج، انفرادی خصوصیات اور نفسی کیفیات کا لحاظ کرکے تعلیم دی جاتی ہے۔ طلبہ کو سادہ زندگی، محنت ومشقت والے کام کرنے اور خلق اللہ کی خدمت کرنے کا عادی بنایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور مخلوق کو نفع پہنچانا یہی حصول علم کی غرض وغایت ہوتی چاہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ سورة الاحزاب۳۳:۲۱

۲۔ سورة العلق۹٦:(۵-۱)

۳۔ اسلامی نظام تعلیم ص: ۲۱۷

٤۔ سنن ابن ماجہ ص : ۲۲٤

۵۔ مجلۃ الحمد، سیرت نمبر ۲، تعلیم وتربیت اسوہ حسنہ کی روشنی میں، ص: ۴۵

٦ ۔ ابن ماجہ ،ص ۲۲

۷۔ ابو الحسن عبید الله، مراعاة المفاتیح شرح مشكاة المصابیح ، حدیث : ۲۸۰،ج، ۱،ص۲٦۲

۸۔ سورة المجادلۃ : ۱۱

۹ ۔ ابن حجر، فتح الباری ، ٤ : ۱۳۷

۱۰۔ احمد شبلی، ڈاکٹر، تاریخ تعلیم، تربیت اسلامیہ، مترجم محمد حسن خان زبیری، ص ۱۳۲، لاہور ثقافت اسلامیہ، ۱۹٦۳

۱۱ ۔ سورة آل عمران ۳:۸

۱۲ ۔ سورة آل عمران ۳:۱۸

۱۳ ۔ بنی اسرائیل ۱۷:۱۰۹

۱٤ ۔ بنی اسرائیل ۱۷:۱۰۸

۱۵ ۔ سنن ابی داؤد ص : ۱۵۷

١٦ ۔ قاضی،محمد بن عبد اللہ بن عربی، ابو بکر ،قانون التأویل ،ص، ٢٣
١٧ ۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر،جامع البیان عن تاویل القرآن ، ج١،ص٢٨،
١٨ ۔ بخاری،ابو عبد اللہ ،محمد بن اسماعیل ، امام ، الجامع الصحیح، کتاب العلم ،باب ٥٥
١٩۔ ایضاً کتاب العلم ، باب ٥٥،ح٧٤۔
٢٠ ۔ قاضی،محمد بن عبد اللہ بن عربی، ابو بکر ،قانون التأویل ،ص، ٢٣
٢١ ۔ سورة الاسرآء١٧:٦٧
٢٢ ۔ سورةالانعام ٥:٥٨
٢٣ ۔ سورة الاحزاب٣٣:٧١
٢٤ ۔ سورة آل عمران :٣۔١١٠.
٢٥۔ مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن : ج١، ص ٣٨٨.
٢٦ ۔ سورةآل عمران٣:١١٠
٢٧ ۔ سورةالجاثیة:٤٥۔١٣
٢٨۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریۂ حیات، ص٧٥
٢٩ ۔ سنن ابی داؤد ،ص،١٥٧
٣٠ ۔ احمد بن حنبل ، ابو عبد اللہ ، امام ،المسند ، حدیث ٧٤٢١، ج ١٣، ص ١٦١
٣١۔ مسلمانوں کی تعلیمی فکر کا ارتقاء، ص٣٩
٣٢ ۔ تعلیم الخلق ، ص : ٩
٣٣ ۔ سیوطی ، عبدا لرحمن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین ،امام م،١١٩ھ ،تفسیر الدارالمنشورفی التفسیرالماثور،ج٤ص ٩٣،بیروت ،دار الفکر ، ایڈیشن ،ا، ١٤١٤ ھ
٣٤۔ سورة التحریم ٦:٦٦
٣٥۔ امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، ص٢٩٧، فاران فاؤنڈیشن، س ن

دو انمول چیزیں

قال رسول اللہ ﷺ

نِعمَتَانِ مَغبُونٌ فِیہِمَا کَثِیرٌ مِنَ النَّاسِ۔

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی اکثر لوگ قدر نہیں کرتے: صحت اور فراغت)

(الجامع الصحیح البخاری: ٦٤١٢)